

## غصہ

غصہ کو عربی زبان میں غضب کہتے ہیں اور غضب کا معنی ہے انتقام کیلئے دل کے خون میں جوش آ کر گردن کی رگیں پھول جانا اور آنکھیں سرخ ہو جانا گویا کہ بدن میں ایک آگ بھڑک جانا۔ انسان کیلئے جب کوئی بات انتہائی ناپسندیدہ ہو جاتی ہے اور قوت برداشت باقی نہیں رہتی تو اس کیفیت اور حالت کو غصہ کہتے ہیں۔ ناپسندیدہ بات پر غصہ کرنا ایک جاندار کا فطری رد عمل ہے۔ اور یہ استعداد داخل کل نے ہر جاندار میں رکھی ہے اور اس میں حکمت یہ ہے کہ غصہ انسان کی قوت مدافعت کیلئے لازمی ہے اور اپنے سے ناپسندیدہ چیز کو دفع کرنے کیلئے یہی قوت مدد دیتی ہے۔ غصہ انسان کیلئے ہتھیار کی طرح ہے جو اس سے مضرت اور نقصان کو دور کرتا ہے غصہ مطلقاً برا نہیں ہے البتہ اس میں افراط و تفریط سے بچنا لازمی ہے۔ تعلیمات نبویؐ میں جو غصہ سے منع کیا گیا ہے تو اس سے مراد غصہ میں افراط ہے ورنہ تو خود کئی احادیث سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا غصہ فرمانا ثابت ہے۔ اگر مطلقاً غصہ کرنا برا ہوتا تو پھر وہ ذات پاک جو خود سب سے زیادہ کامل و اتم ہو وہ ہرگز غصہ نہ فرماتے۔

غصہ میں افراط یہ ہے کہ جائز و حق بات کے بجائے بے جا غصہ کرنا۔ غصہ اس شدت سے کرنا کہ عقل پر غالب آجانے اور اس بات کا ہوش نہ رہے کہ کیا کہہ رہا ہے اور کیا کر رہا ہے۔ یا غصہ کے اظہار کرنے میں حد سے تجاوز کرنا؛ فحش کلامی یا مار پیٹ پر اتر آنا وغیرہ۔ اگر کوئی ناجائز بات پر یا ظلم و زیادتی پر بھی کسی کو غصہ نہ آئے تو یہ بھی مناسب نہیں ہے کیونکہ غیر شرعی عمل یا ناجائز بات کو جب تک انسان برا نہیں سمجھے گا یا ظلم و زیادتی پر اسے غصہ نہ آئے گا تو برائی کو روکنے یا اس کی اصلاح کرنے کی وہ ہرگز کوشش نہیں کرے گا۔ البتہ اپنے نفس کے

بارے میں کسی بات کی ناگواری کو درگزر کرنا یا صبر کرنا اور معاف کر دینا یہ تو اللہ کے محبوب بندوں کی صفت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ایسے ہی بندوں کے متعلق فرمایا ہے ”وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ“ (ال عمران: ۱۳۴) (وہ غصہ کو پی جاتے ہیں اور لوگوں کو معاف کر دیتے ہیں) اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت پاک بھی یہی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نفس و ذات کیلئے کبھی غصہ نہیں فرمایا البتہ کوئی حدود شریعت کو پامال کرتا یا خلاف شریعت کوئی کام کرتا تو آپ اُس پر ناراض ہو جاتے۔ اور اگر آپ کسی سے ناراض ہوتے تو اُس سے منہ پھیر لیتے یا الطفات میں کمی فرما دیتے اس کو نہ برا بھلا کہتے اور نہ ترش روئی اختیار فرماتے اور آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو بھی یہی حکم فرمایا کہ وہ ہمیشہ غصہ کرنے سے بچیں کیونکہ بے جا غصہ کرنے کی عادت سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو جاتے ہیں حضرت عمرؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ وہ کیا چیز ہے جو مجھے اللہ تعالیٰ کے غصے سے محفوظ رکھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”تو غصہ میں نہ آئے“ اور ایک صحابی کے یہ عرض کرنے پر کہ آپ اُن کو ایک مختصر سا عمل تعلیم فرمائیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”قصد اُغصہ نہ کرنا“ ان کے کئی مرتبہ یہی عرض کرنے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یہی فرمایا۔

غصہ کا نقصان یہ بھی ہے کہ کئی مرتبہ آدمی غصہ میں کچھ بھی بکنے لگتا ہے اسی بات کے پیش نظر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غصہ ایمان کو ایسے بگاڑ دیتا ہے جس طرح ایلو اشہد کو بگاڑ دیتا ہے۔ اور غصہ کو ضبط کرنے کی ترغیب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”بندہ جو گھونٹ پیتا ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک غصہ پی جانے سے زیادہ پسندیدہ نہیں اللہ تعالیٰ اسکے دل کو ایمان سے بھر دے گا۔“ (بیمائے سعادت) حدیث پاک میں ہے کہ ”آدمی کئی قسم کے ہوتے ہیں ایک تو وہ لوگ

ہیں کہ دیر سے غصہ میں آتے ہیں اور دیر میں راضی ہوتے ہیں ایک تو وہ ہیں کہ جو جلد غصہ میں آتے ہیں اور جلد راضی ہوتے ہیں تم میں بہتر وہ ہیں جو دیر سے خفا ہو اور جلد راضی ہو جائے اور بدتر وہ ہیں کہ جو جلد غصہ میں آتے ہیں اور دیر سے خوش ہوتے ہیں۔ غصہ کی مثال ایک ہتھیار کی سی ہے جس سے وہ اپنی حفاظت کر سکتا ہے لیکن یہ اس وقت ممکن ہے کہ جب وہ ہتھیار کو صحیح طور پر استعمال کرنا جانتا ہو ورنہ خود ہلاک ہو جائے گا یا بیجا طور پر دوسروں کو ہلاک کر دیگا۔ غصہ کا بالکل نابود یا ختم ہو جانا ممکن نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ کیفیت انسان کی جبلت میں رکھی ہے تاکہ اس سے انسان اپنے سے دفع مضرت کر سکے۔ اور ایمان والے ظلم و زیادتی کے مٹانے یا اعلائے کلمۃ الحق کیلئے جہاد غصہ کو قابو کرنا اور اعتدال پر رکھنا ممکن ہے لیکن اس کیلئے پہلے غصہ کے اسباب کو جاننا اور ان سے بچنا بے حد ضروری ہے اور پھر اس مرض کیلئے ریاضت و مجاہدے کی دوا استعمال کرنا چاہئے تاکہ اس پر قابو پایا جاسکے اور اس سے دین و دنیا میں پہنچنے والے نقصان سے بچا جاسکے۔ غصہ کے مختلف اسباب ہیں ان میں سے ایک تکبر ہے کہ جو شخص اس مرض میں مبتلا ہوتا ہے تو وہ دوسروں کو اپنے سے حقیر جانتا ہے اور ایسا شخص اپنی بڑائی کے احساس کی وجہ سے اپنی طبیعت کو غصہ کے سانچے میں ڈھال لیتا ہے۔ کیونکہ وہ تکبر کی وجہ سے یہ سمجھنے لگتا ہے کہ اس کا جو بھی اقدام ہے وہ صحیح ہے۔

دوسرا سبب ہے کثرت مذاق یا یعنی کسی کا مذاق اڑانے کی عادت غصہ کا سبب بنتی ہے اور اکثر یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ کثرت مذاق و ہجو یا ٹھٹھا کرنے کا انجام غصہ اور لڑائی جھگڑا ہوتا ہے۔ کیونکہ کسی کو جب مزاح یا ہجو کا نشانہ بنایا جائے تو اس کو فوراً غصہ آتا ہے اور بدلہ میں ایسی بات کہتا ہے جس سے مذاق کرنے والے کو بھی غصہ آجاتا ہے اور بات لڑائی جھگڑے پر ختم ہوتی ہے۔

غصہ کا ایک سبب عیب لگانا اور برا بھلا کہنا ہے اگر کوئی شخص کسی کے عیب بیان کرتا ہے یا غیبت کرتا ہے یا اس کو برا بھلا کہتا ہے تو یہ بھی غصہ میں لانے کا سبب ہے۔ اسکے علاوہ غرور مال و جاہ کی محبت بھی غصہ کا سبب بنتے ہیں۔

**علاج** ان تمام نقصانات سے جو غصہ کرنے کے سبب درپیش ہوتے ہیں بچنے کیلئے ضروری ہے کہ غصہ کے اسباب کو جانے اور ان سے اپنے کو دور رکھے کیونکہ یہ تمام باتیں انسان کی دنیا و آخرت کی خرابی کا باعث ہیں اور ان باتوں کی برائی اور نقصان کو اچھی طرح اپنے ذہن میں بٹھائے اور ان بری باتوں کے اختیار کرنے کا ضرر صرف اس شخص کو پہنچتا ہے جو اسکو اختیار کرے۔ اور غصہ کرنے کی مذمت میں جو روایات ہیں ان کو ہمیشہ ذہن نشین رکھے اور ہمای روزمرہ کی زندگی میں غصہ سے ہونے والے نقصانات جہکام ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ کیسے غصہ کے جنون میں ایک شخص کسی کو قتل کر کے یا کوئی مرد اپنی بیوی کو طلاق دے کر پشیمان ہوتا ہے لیکن کمان سے نکلا ہو اتیر واپس نہیں آتا۔ اگر غصہ پر قابو کیا جائے تو ایسے حالات سے بچا جاسکتا ہے۔

**عملی علاج:-** غصہ کا عملی علاج یہ ہے کہ انسان اُس جگہ سے فوری ہٹ جائے جہاں ایسی بات پیدا ہو رہی ہو جس سے اسکو غصہ آئے اور اس جگہ سے ہٹنے کو اپنی کمزوری اور توہین تصور نہ کرے اور اپنی انا کا مسئلہ نہ بنالے۔ حدیث پاک میں ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر کسی کو غصہ آئے تو وہ کھڑا ہو تو بیٹھ جائے اور اگر بیٹھا ہو تو لیٹ جائے اور اس کو اس طرح بھی غصہ کم نہ ہو تو پانی سے وضو کرے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ غصہ آگ سے پیدا ہوتا ہے پانی سے بجھے گا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ سجدہ کرے اور منہ خاک پر رکھے تاکہ احساس ہو کہ وہ خاک سے بنا ہے اور بندہ کو غصہ کرنا اسے زیب نہیں دیتا اور ان سے غصہ آنے پر لا حول و لا قوہ

الا بالله العلی العظیم پڑھے۔

اور اگر کوئی شخص اُس سے ایسی بات کرے جس پر غصہ آئے تو چاہئے کہ خاموش رہے اور فوری اس کا جواب نہ دے یا اگر کوئی بہتان طرازی یا الزام تراشی کرے تو بقدر ضرورت اسکی وضاحت کرے تو حرج نہیں لیکن لڑائی جھگڑے سے بچے۔ اگر کوئی فحش کلامی کرے تو صبر سے کام لے جواباً گالی گلوچ نہ کرے۔

**حکایت:-** ایک مرتبہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو کسی نے گالی دی اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی انکے ساتھ تھے حضرت ابو بکرؓ خاموش رہے تب تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ ساتھ ہی رہے جب انھوں نے اس شخص کو جواب دینا شروع کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے اٹھ گئے حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیوں تشریف لے جا رہے ہیں اُس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک تم خاموش تھے فرشتے تمہاری طرف سے جواب دیتے رہے مگر جب تم جواب دینے لگے تو شیطان آیا میں نے پسند نہ کیا کہ شیطان کے ساتھ بیٹھا ہوں۔

**حکایت:-** حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار اپنے خادم کو کسی کام سے بھیجا اور جلد واپس آنے کی تاکید فرمائی اس کے باوجود انہوں نے تاخیر کر دی جب واپس آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ ان کو ڈانٹا اور نہ برا بھلا کہا بلکہ صرف اتنا ہی فرمایا کہ اگر روز محشر اللہ پاک کے حضور جواب دہی کا خوف نہ ہوتا تو میں تمہیں اس لکڑی سے مارتا اور جس لکڑی کی طرف آپ نے اشارہ فرمایا وہ مسواک تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد پاک ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ

سے دریافت کیا کہ الہی تیرے بندوں میں کون تجھے سب سے زیادہ عزیز ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ بندہ جو انتقام کی قدرت کے باوجود معاف کر دے۔ حضور روف رحیم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر ان تمام کافروں کو جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی مکی زندگی میں طرح طرح کی تکلیفیں پہنچائی تھیں اور ستایا تھا معاف فرما دیا جس کے سبب کئی کافر مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ ان تمام باتوں کی تفصیل اور حکایات بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ہم کو بیجا غصہ کرنے سے بچنا چاہئے اور صبر و حلم کو روارکھنا چاہئے۔

## حرص گویائی

(زیادہ باتیں کرنے کی عادت)

اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ کروڑوں نعمتوں میں سے ایک عظیم ترین نعمت قوت گویائی ہے کہ یہ نعمت خاص انسان ہی کے حصہ میں آئی ہے بلکہ انسان کو حیوان ناطق کہتے ہیں یعنی بولنے والا حیوان۔ زبان ہے تو ایک گوشت کا ٹکڑا لیکن اس خالق کل کی تخلیق اور حکمت کے قربان جائیں کہ اس خدائے پاک نے کس طرح اس گوشت میں غیر معمولی صلاحیت رکھی ہے کہ یہی گوشت کا ٹکڑا اور انسان کے کلام کرنے کا آلہ قلب و ذہن کی ترجمانی کے علاوہ دیگر اعضا کی ترجمانی بھی کرتا ہے۔ مثلاً آنکھ نے کیا دیکھا کان نے کیا سنا ناک نے کیا سونگھا جلد نے کیا محسوس کیا یہ ساری باتیں زبان ہی کے ذریعہ سے پتہ چلتی ہیں۔ یہ قوت صرف اس عضو کے حصہ میں آئی ہے کہ وہ معقولات محسوسات مکاشفات اور احوال کے اظہار کا واحد ذریعہ ہے لیکن انسان اس آلہ (زبان) کو صحیح طور پر نہ برتے تو یہ نعمت اسکے لئے رحمت کے بجائے زحمت

بن جاتی ہے۔ لہذا ایمان والے بندے کیلئے یہ بات ضروری ہے کہ وہ اچھی طرح جانے کہ اس نعمت یعنی زبان کو وہ کس طرح استعمال کرے تاکہ اس سے پیدا ہونے والے فتنوں اور شرور سے وہ محفوظ رہے۔ کیونکہ جتنی کمال کی یہ شے ہے اگر اس پر قابو نہ ہو تو اتنی ہی یہ خطرناک ثابت ہوتی ہے۔ اور دنیا و آخرت میں ناقابل تلافی نقصانات کا سبب بنتی ہے۔ زبان کی آفتوں سے آگاہ ہونا اور اس کو لگام دینا بے حد ضروری ہے اور اس کیلئے پہلے اس کی آفتوں سے آگاہی پھر اس پر پابندی کے طریقوں پر کچھ لکھا جائے گا۔ زبان سے پیدا ہونے والے تمام فتنے اور نقصانات کثرت کلام سے پیدا ہوتے ہیں۔ کیونکہ جو شخص اپنی زبان کو قابو میں نہیں رکھتا اور وہ بغیر لگام کے چلتی رہے تو وہ اس کو سخت نقصاناتِ دنیوی و عذابِ اخروی میں مبتلا کرتی ہے۔ اور جس کا دل حرصِ گویائی یعنی زیادہ گفتگو کرنے کے مرض میں مبتلا ہو جاتا ہے وہ بغیر کچھ سوچے سمجھے بک بک کرتا رہتا ہے کیونکہ اس مریض کو کثرت کلام سے لذت نفس نصیب ہوتی رہتی ہے لیکن وہ یہ نہیں جانتا کہ یہ زیادہ کلام کرنے کی لذت اسکے لئے کتنے گناہوں کا ذریعہ بن رہی ہے انسان کے ہر عضو کے کچھ گناہ ہیں جیسے آنکھ کا کسی غیر محرم کی طرف دیکھنا یا کسی کے مال کو حرص سے بھری یا بری نگاہوں سے دیکھنا۔ پاؤں اس کا ناجائز راہ پر چلنا، ہاتھ کا شریعت کی حرام کردہ چیزوں کا لینا، کان کا بری باتیں مثلاً غیبت سننا یا گانے سننا فحش گفتگو یا جنسی شہوت کو ابھارنے والی باتیں سننا وغیرہ لیکن یہ تمام اعضاء سے کئے جانے والے گناہ سارے مل کر بھی تنہا زبان سے ہونے والے گناہ کے برابر نہیں ہو سکتے۔ جتنے گناہ زبان سے سرزد ہوتے ہیں وہ سارے اسی وقت سرزد ہوتے ہیں جب زبان حرصِ گویائی میں مبتلا ہو۔ وہ گناہ جو زبان سے سرزد ہوتے ہیں ان میں کے چند یہاں تحریر کئے جاتے ہیں۔

- (۱) جھوٹ (۲) غیبت (۳) چغلی خوری  
 (۴) بہتان طرازی (۵) شکوہ شکایت (۶) فحش کلامی  
 (۷) گانا (۸) دل آزاری (۹) بیجا گفتگو  
 (۱۰) باطل و معصیت والی گفتگو (۱۱) جھگڑا بحث  
 (۱۲) لعن طعن کرنا (۱۳) لغو شعر (۱۴) بے ہودہ مذاق  
 (۱۵) کسی کا مذاق اڑانا (۱۶) جھوٹا وعدہ  
 (۱۷) دور خاپن (۱۸) لگائی جھائی (۱۹) لوگوں کی مدح و ستائش

اس کے علاوہ بھی اور بہت ساری برائیاں ہیں جن کا تعلق زبان سے ہے اور یہ جو کچھ لکھی گئیں ہیں ان میں ہر ایک پر مستقل علیحدہ تفصیل ان کی خرابیوں اور نقصانات کے متعلق لکھی جاسکتی ہے۔ اور یہ ساری برائیاں صرف اور صرف زیادہ بات کرنے سے سرزد ہوتی رہتی ہیں اور انسان کثرت گوئی کی وجہ سے ان برائیوں کے کرنے کا اتنا عادی ہو جاتا ہے کہ اس کو احساس بھی نہیں ہوتا ہے کہ وہ یہ ساری کچھ برائیاں اور گناہ اپنے نامہ اعمال میں جمع کر رہا ہے۔

اس میں بہت کچھ تفصیل ہے لیکن مختصراً اشارہ کافی ہے کہ نصیحت قبول کرنے والے کیلئے تھوڑا بھی بہت ہوتا ہے اور نہ ماننے والے کیلئے دفتر کے دفتر بھی ناکافی ہوتے ہیں۔ اور ان ساری آفتوں اور گناہوں سے جو زیادہ تر زبان سے سرزد ہوتی ہیں یا کثرت گوئی سے۔

بچاؤ کا علاج یہ ہے کہ بندہ خاموش رہے اور خاموشی یا کم گوئی سے بہتر کوئی تدبیر نہیں جو انسان کو اس آفت سے بچاسکتی ہے اور دل میں حکمت کے خزانے بھر سکتی ہے۔ کوئی انسان بالکل ہی کلام نہ کرے یہ ممکن نہیں لہذا اسکی گفتگو یا کلام کیا ہو رب تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے۔



[۳۰] ”لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِّنْ نَّجْوَاهُمْ إِلَّا مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ أَوْ إِصْلَاحٍ مَّ بَيْنَ النَّاسِ“ (النساء-۱۱۴) ترجمہ: (ان کے اکثر مشوروں میں کوئی بھلائی نہیں مگر جو حکم دے خیرات کا یا اچھی بات کا یا لوگوں میں صلح کرنے کا) یعنی ان کی گفتگو ایسی ہونی چاہئے کہ اس میں سچائی کا یا اچھائی کا حکم ہو یا پھر لوگوں کی اصلاح کی باتیں ہوں ورنہ بہتر ہے کہ وہ خاموش رہے تاکہ زبان سے ہونے والے گناہ سے بچ جائے۔

۱- حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ کون سا عمل بہتر ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مبارک زبان باہر نکال کر اس پر انگلی رکھی یعنی خاموشی۔ (کیمیائے سعادت)

۲- رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جو کوئی اللہ تعالیٰ اور روز قیامت پر ایمان لایا اس سے کہہ دو کہ آدمی اچھی بات کرے ورنہ خاموش رہے۔ (کیمیائے سعادت)

اسکے علاوہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے لوگوں کی صحبت اختیار کرنے کی تاکید فرمائی ہے جو سنجیدہ اور کم گو ہو۔ لیکن کم گوئی تکبر کی وجہ سے نہ ہو بلکہ غور و فکر یا زبان سے ہونے والے گناہوں سے بچنے کی نیت سے ہو۔

ارشاد عالی ہے کہ جب تم کسی مومن کو خاموش اور سنجیدہ پاؤ تو اس سے تقرب حاصل کرو وہ بغیر حکمت کے نہ ہوگا۔

اسی طرح ایک اور حدیث شریف کا مفہوم ہے کہ انسان کے تمام اعضاء (ہاتھ پاؤں) دست بستہ زبان سے کہتے ہیں کہ اے زبان درست رہ کیونکہ تیری درستگی ہی میں ہماری سلامتی ہے۔ یعنی اکثر ایسا ہوتا ہے کہ انسان کی زبان سے نازیبا، غلط بات نکلتی ہے اور سزا دیگر

اعضا کو ملتی ہے یا دیگر اعضا کو اس کی تکلیف اٹھانی پڑتی ہے۔

انسان کی زبان کی مثال ایک ایسے ہتھیار کی سی ہے کہ اگر اسکو صحیح طور پر استعمال نہ کیا جائے یا استعمال کے طریقہ سے واقف نہ ہو تو خود یہ ہتھیار استعمال کرنے والے کے حق میں ہی ہلاکت خیز ثابت ہوتا ہے۔ اور وہ نقصان پہنچاتا ہے کہ ہتھیار سے پہنچا ہوا زخم تو بھر بھی جاتا ہے لیکن اس کا دیا ہوا زخم ہمیشہ تازہ رہتا ہے۔

**حکایت:-** حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے ابو بکر صدیقؓ کو دیکھا کہ اپنی زبان کو انگلیوں سے پکڑ کر کھینچ رہے ہیں اور اس کو ملتے جاتے ہیں میں نے کہا یا خلیفۃ رسول اللہ! یہ آپ کیا کر رہے ہیں آپ نے جواب دیا اس نے مجھکو بہت سے معاملات میں مبتلا کیا اور آپ کا معمول یہ تھا کہ آپ اپنے منہ میں کنکریاں بھر لیتے تھے تاکہ بات کرنے کی نوبت نہ آئے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کسی نے پوچھا کہ ہم کو جنت میں جانے کا راستہ بتا دیجئے تو آپ نے فرمایا ہرگز بات نہ کرو لوگوں نے کہا یہ تو ہم سے نہیں ہو سکتا! تو آپ نے فرمایا تو پھر سوائے نیک بات کے زبان سے کچھ نہ نکالو۔

لہذا خاموشی جو حکمت سے لبریز ہو وہ سب سے بہتر ہے ورنہ کلام کی نوبت آئے تو بہتر ہے کہ کتاب اللہ کی تلاوت یا حدیث نبویؐ میں مشغول ہو یا دینی کتابوں کا مطالعہ جیسے سیرت النبیؐ یا اولیاء اللہ کی حکایات یا ذکر و درود شریف وغیرہ میں زبان کو مشغول رکھا جائے تاکہ زبان سے پہنچنے والی آفتوں اور نقصانات سے محفوظ رہے۔

## بدگمانی

اللہ تعالیٰ نے جن بری باتوں سے باز رہنے کی سختی کے ساتھ تاکید فرمائی ہے ان میں ایک بدگمانی بھی ہے ارشادِ باری ہے ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ“ (الحجرات - آیت ۱۲) اے ایمان والو! بہت سے بدگمانیوں سے بچو بے شک بعض بدگمانی گناہ ہے۔

بدگمانی ایک قسم کے جھوٹے وہم کو کہتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس میں مبتلا شخص دوسروں کے ہر کام میں ان کو بد نیت سمجھتا ہے اور کسی کام میں بھی اس کو نیت کی اچھائی نظر نہیں آتی اور دوسروں کی طرف ایسی باتوں کو منسوب کر کر بہتان تراشی کے گناہ میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ جب دوسروں کو اس کے لگائے گئے اس بہتان کا پتہ چلتا ہے تو وہ اس سے کترانے اور نفرت کرنے لگتے ہیں جس کے نتیجے میں آپس میں نفرت اور دشمنی پیدا ہوتی ہے۔ جو جذبہ انخت اسلامی کے سراسر خلاف ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو بدگمانی سے بچنے کی تاکید فرمائی ہے اور ارشاد فرمایا ”تم بدگمانی سے بچو کیونکہ بدگمانی سب سے جھوٹی بات ہے“۔

(کیمیائے سعادت)

دور حاضر میں آپسی انتشار بالخصوص رشتہ داروں میں دوریاں اور نفرت کی ایک بہت بڑی وجہ بدگمانی ہی ہے اور عورتوں کے دل بہت جلد اس مرض میں مبتلا ہو جاتے ہیں جس کی وجہ سے وہ ہمیشہ اپنے رشتہ دار بالخصوص سسرالی رشتہ داروں پر شک و شبہ اور ان سے نفرت میں مبتلا رہتی ہیں۔ ہمارے معاشرے میں دیکھنے میں آتا ہے کہ رشتہ داروں میں آپس میں چھوٹی موٹی ناگوار باتیں ہوتی رہتی ہیں بعض رشتہ داریاں جیسے ساس اور بہو یا نند اور بھوج یا دیورانی

جھٹانی کا رشتہ۔ ان میں کچھ زیادہ ہی ناگواریاں اور تلخیاں دیکھنے میں آتی ہیں اب اس کے اسباب کیا ہیں یہ ایک الگ موضوع ہے مگر ان رشتوں کے بیچ جب تلخیاں پیدا ہوتی ہیں تو اس کے سبب دوریاں بڑھتی ہیں اور شیطان ان دوریوں کو ہوا دینے کیلئے دل میں بدگمانی کا بیج بوتا ہے اور ان دوریوں کے دوران اگر کوئی انہونی بات ہو جائے یا کوئی معاشی یا جسمانی مصیبت آن پڑے تو شیطان دل میں یہ وسوسہ ڈالتا ہے کہ ان تمام پریشانیوں کی وجہ وہ رشتہ دار یا اعزہ ہی ہیں جن سے ان کے اختلافات کا سلسلہ چل رہا ہے اور ان کی جانب سے کسی جادو ٹونے نے ان تمام مصیبتوں کا دروازہ کھولا ہے اور اس بدگمانی کے سبب آپس میں دوریاں اور بڑھتی جاتی ہیں اور ایک دوسرے سے نفرت میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے اور اچھے خاصے آباد گھر اجاڑ اور ویران ہو جاتے ہیں، رشتہ ناتے ٹوٹ جاتے ہیں، خونی رشتہ دار ایک دوسرے کے جان و مال کے دشمن بن جاتے ہیں اور یہ تمام باتیں رحمن کو ناراض اور شیطان کو خوش کرنے والی ہیں۔ اور شیطان ابن آدم کو اس حال میں دیکھ کر جو بدگمانی کے سبب اس کا ہوا مسرور ہوتا ہے۔ بدگمانی کو تقویت پہنچانے کا کام بعض لوگ تو خود اپنے ہاتھ سے کرتے ہیں وہ یہ کہ آپسی بدگمانیوں کے چلتے صرف شک کی وجہ سے کہ کسی نے جادو ٹونا کروایا ہے کسی جھوٹے عامل کے پاس رجوع ہوتے ہیں جن کی آج کل گلی گلی دکانیں لگی ہیں اور یہ پیشہ ور، بے دین، اور کاذب قسم کے لوگ اپنی روٹی سیکنے کیلئے آپسی بدگمانیوں کو اور ہوا دیتے ہیں اور ان لوگوں کو اس بات کا یقین دلاتے ہیں کہ ان کی تمام پریشانیوں کی وجہ ان کے وہ رشتہ دار ہی ہیں جن سے ان کے اختلافات ہیں پھر کیا ہے کہ بدگمانی کا بیج اپنی بہار دکھاتا ہے اور زہریلے پھل پھول لانے لگتا ہے اور یہ زہر آلودہ پھل پھول خاندانی خوشیوں کو ہلاکت میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ بدگمانی سے پیدا شدہ تباہی

اور بربادی کی طویل داستانیں ہیں جن کے لکھنے کیلئے یہ کتاب کافی نہیں ایک بہت بڑی تعداد لوگوں کی صرف اور صرف بدگمانی کی وجہ سے بے غیرت اور جھوٹے قسم کے عاملوں کی روزی رسانی کا ذریعہ بنے ہوئے ہیں اور ان کے پیچھے لگ کر اپنی دنیا مال و اسباب اور آخرت برباد کر رہے ہیں۔ اس حقیقت کا انکار نہیں کیا جاسکتا کہ جادو ٹونا کی اپنی اصل ہے اور اس کا اپنا وجود ہے اور یہ کوئی وہم یا خیالی چیز نہیں ہے لیکن محض شک و شبہ اور آپسی بدگمانی کی بنیاد پر کسی اتفاقی طور پر پیش آئے حادثہ کو یا زندگی کے نشیب و فراز کو جو ہر زندگی کی اٹل حقیقت ہے سحر و جادو کا نتیجہ سمجھنا محض نادانی اور جہالت ہے اور واقعتاً کوئی شخص سحر و جادو سے متاثر ہوا ہے یا نہیں یہ طے کرنا بھی اس فن کے ماہر اشخاص اور وہ بھی دیندار فن داں کا کام ہے نہ کہ ان لوگوں کا جو ٹھیک سے نہ طہارت کے احکام جانتے ہیں اور نہ قرآن مجید کی ایک آیت کی صحیح تلاوت کر سکتے ہیں بلکہ صرف جھوٹ اور دھوکہ بازی سے اور چکنی چپڑی باتوں اور قیاس آرائیوں سے لوگوں کو اپنے جال میں پھانتے ہیں اور لوگوں کی زندگیوں اور دین کے ساتھ کھلوڑ کرتے ہیں اس قسم کے لوگ تو خاندانی تعلقات کی تباہی اور رشتہ ناتوں میں نفرتیں ڈالنے کے مجرم تو ہیں ہی لیکن وہ لوگ بھی برابر ان کے جرم میں شریک ہیں جو ان پر اندھا اعتقاد کرتے ہیں اور ان کی جھوٹی باتوں پر یقین رکھتے ہیں۔ یہ ساری تفصیل اس لئے لکھی گئی ہے کہ بدگمانیاں تو کسی بھی تعلقات میں یا کوئی بھی رشتہ میں پیدا ہو سکتی ہیں لیکن زیادہ تر بدگمانی کی بیماری جن تعلقات میں دیکھنے میں آتی ہیں وہ وہی آپسی رشتہ داریاں ہیں جن کی تفصیل ہم نے اس عنوان کے شروع میں ذکر کی ہیں۔ بدگمانی رشتہ داروں میں ہو یا کسی اور تعلقات میں یہ مرض خطرناک امراض میں سے ہے جو زندگیوں کے سکون کو اور آپسی تعلقات کو تباہ و برباد کر دیتا ہے اور یہ مرض اگر ایک مرتبہ

دل میں جگہ پکڑ لے اور اس کا بروقت علاج نہ کیا جائے تو یہ مسلسل بڑھتا ہی رہتا ہے اور اتنا شدت اختیار کر لیتا ہے کہ عقل کی بینائی پر ایسا پردہ ڈال دیتا ہے کہ اس مرض میں مبتلا شخص ایک اندھے کی طرح صرف قیاس و اندازہ کی بھول بھلیوں میں کھو کر حقیقت سے دور شک و شبہ کی خطرناک گھاٹیوں میں بھٹکتا رہتا ہے اور ٹھوکروں پر ٹھوکریں کھاتا اور نقصانات اٹھاتا رہتا ہے اگر کوئی شخص اپنے کو اس مرض میں مبتلا پائے جس کی علامات ہم نے اس عنوان کے آغاز میں بیان کی ہیں تو اس کو چاہئے کہ فوری اس کے علاج کی فکر کرے۔

**علاج:-** اگر کسی سے متعلق یہ شک و شبہ پیدا ہو کہ وہ کسی کام میں اپنی نیت میں مخلص نہیں ہے تو شک و شبہ کی گردن کو یقین کی تلوار سے کاٹا جائے اور اس قسم کے معاملات میں بجائے شک شبہ کی بنیاد پر کسی نتیجہ پر پہنچنے کے تحقیق کے ذریعہ صحیح نتیجہ اخذ کرے اور یہ ممکن نہ ہو تو پھر اس شخص پر بھروسہ کرے کیونکہ اس دنیا میں اکثر کام صرف بھروسہ اور اعتماد پر ہی چلتے ہیں۔ دنیا کی مالی معاملات ہوں یا رشتہ داریاں ہوں بھروسہ اور اعتماد کی ڈور میں ان کو باندھے ہوئے ہیں ورنہ سارا نظام چاہے لین دین کا ہو یا رشتہ داریوں کا درہم برہم ہو جاتا ہے۔ اور اگر ہم کو کسی سے کسی بات میں غلط فہمی پیدا ہوئی ہے اور شک و شبہ بدگمانی کو تقویت دے رہا ہے تو سمجھداری یہ ہے کہ فوری طور پر اس مسئلہ میں راست طور پر اس شخص سے وضاحت طلب کر لینا خاموش رہ کر بدگمانی کو تقویت دینے سے بہتر ہے یا اگر ہم یہ محسوس کریں کہ کوئی ہم سے بدگمان ہو رہا ہے تو فوری ہم کو چاہئے کہ اس کی بدگمانی کو دور کریں اس کی مثال خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک سے ہم کو ملتی ہے۔

**حکایت:-** ایک دفع آپ صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف میں بیٹھے تھے رات کو ازواج مطہرات میں

سے کوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے آئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو واپس پہنچانے چلے کہ اتفاقاً راستہ میں دو انصاری آپڑے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی عورت کے ساتھ دیکھ کر اپنے آنے کو بے موقع سمجھے اور واپس پھرنے لگے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوری آواز دی اور فرمایا یہ میری بیوی فلاں ہے انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر مجھے کسی کے ساتھ بدگمانی کرنی ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کرتا؟ ارشاد فرمایا شیطان انسان کے اندر خون کی طرح دوڑ جاتا ہے۔ (صحیح مسلم شریف)

زندگی میں اکثر ایسے مواقع آتے ہیں کہ ہماری طرف سے وضاحت یا وضاحت طلب کرنے سے بدگمانی کا خاتمہ ہو سکتا ہے لیکن ہم اس کو ضروری نہ سمجھ کر نظر انداز کر جاتے ہیں جس کا لازمی نتیجہ اس بیماری میں شدت کی صورت پیدا کر دیتا ہے اور یہ مرض لاعلاج حد تک پہنچ جاتا ہے اس بیماری کا علاج یہ بھی ہے کہ جن رشتہ داروں سے یا دیگر لوگوں سے ہم کو بدگمانی ہو جائے تو ان سے تعلقات ہرگز منقطع نہ کریں جیسا کہ اکثر دیکھنے میں آتا ہے بالخصوص رشتہ داروں سے بدگمانی کے سبب تعلقات ترک ہو جاتے ہیں۔ رشتہ ناطے اور تعلقات کو جوڑے رکھنے کی اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی تاکید فرمائی ہے اور شریعت اسلامیہ میں تو اس کیلئے ایک خاص اصطلاح جس کو صلہ رحمی یعنی رشتہ ناطے جوڑے رکھنا کہتے ہیں مقرر فرمائی ہے اور صلہ رحمی کی قرآن مجید و حدیث شریف میں جگہ جگہ تاکید آئی ہے اور قاطع رحم کیلئے وعیدیں (دھمکیاں) وارد ہوئی ہیں۔ اور خاص طور پر ایسے رشتہ داروں سے جو بدگمان رہتے ہیں اور قاطع رحم (رشتہ توڑنے والے) واقع ہوتے ہیں صلہ رحمی کا حکم دیا گیا ہے۔

**حکایت:** ایک شخص حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا کہ

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے رشتہ دار عجیب قسم کے واقع ہوئے ہیں کہ میں ان کے ساتھ حسن سلوک کرتا ہوں وہ میرے ساتھ بدسلوکی کرتے ہیں، میں ان کو نوازتا ہوں وہ مجھ سے چھینتے ہیں، میں ان سے تعلق جوڑتا ہوں وہ مجھ سے تعلق توڑتے ہیں۔ اس شخص کی یہ بات سن کر حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے شخص اگر بات واقعتاً ایسی ہی ہے جیسا تو کہتا ہے تو سن کہ وہ اپنے اس عمل سے جہنم کا عذاب اپنے پر مسلط کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ تجھ کو ان پر غالب رکھے گا۔ (مکافئۃ القلوب) اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ ایسے رشتہ داروں سے جو زیادتی کرتے ہیں صلہ رحمی (رشتہ داری جوڑنا) سے پیش آنا اللہ تعالیٰ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک پسندیدہ عمل ہے۔ اور بدگمانی کے مرض کا اس طرح بھی علاج ممکن ہے کہ جن کو ہم سے بدگمانی ہوئی ہے ان کے ساتھ حسن سلوک یا احسان کا معاملہ کیا جائے یا تحفہ تحائف سے ان کی تالیف قلب کی جائے کہ تحفہ دینے اور لینے سے دلوں میں محبت پیدا ہوتی ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهِ وَنُوْرٍ عَرَشِهِ  
سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلَىٰ اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

